"تکفیر" اور "عدم تیسیر" کا یہ ڈسکورس ظلم بھی ہے اور جہالت بھی

مضامین

حامد کمال الدین

تکفیر کی بات ہے تو یہ ظالم قادیانیوں کی تکفیر تک سے لوگوں کو بِدکا کر رہیں گے۔ کیونکہ ان شدت پسند حرکتوں کے نتیجے میں، دین میں جو جائز تکفیر ہے اس پر ہی بطورِ اصول سوالیہ نشان اٹھ آئیں گے، اور وہ 'جوابی بیانیہ' بروقت آٹپکے گا جس سے قادیانی بھی خدانخواستہ 'مسلم مسالک' میں سے ایک مسلک گنا جائے گا۔

جہاد کی بات ہے تو یہ انگریز کے خلاف ہوتے رہنے والے جہاد سے بھی آپ کی توبہ کروائیں گے، روس کے خلاف ہوتے رہنے والے جہاد سے بھی، اور ہندو اور صیہونی کے خلاف ہوتے چلے آنے والے جہاد سے بھی۔ اور آئندہ کے لیے استعمار کا راستہ صاف!

اسلامی اصطلاحات کی بات ہے تو یہ "حاکمیتِ خداوندی"، "شریعت"، "خلافت" وغیرہ ایسے سب الفاظ کو 'خود کُش بمبار' کا ہی ہم معنیٰ بنا کر چھوڑیں گے۔ یعنی ان لفظوں کا منہ پر آنا ہی خطرے کی علامت۔ واقعتاً ایسا کر بھی دیا گیا ہے۔ دیندارو! اس کے بغیر تم یہ الفاظ کب ترک کرنے والے تھے؟!

غرض وہ سب باتیں جو انگریز اور اس کے منظورِ نظر ٹولے کو عالم اسلام میں چُبھتی تھیں، مسلمانوں کو ان سے توبہ کروا دینے کا ایک نرالا طریقہ دریافت ہوا ہے: پہلے شدت پسند "سر پھرا بیانیہ"... اور

اس سے جب آپ ادھ موئے ہو چکیں تو پھر جدت پسند ''جوابی بیانیہ''۔ اور کلاسیکل اسلام کا دھڑن تختہ!

آپ غور فرمائیے تو **تکفیر اور عدم تیسیر** کی یہ شدت پسند تحریک بھی دراصل اسلام کے کلاسیکل علم و علماء کے خلاف ایک بغاوت ہے اور **'جوابی بیانیہ' والی یہ جدت پسند تحریک** بھی۔ درحقیقت یہ ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ اور اب تو مجھے یہ بھی بعید نظر نہیں آتا کہ ان دونوں کا 'مصدرِ الہام' بھی کوئی ایک ہی ڈیسک ہو۔

لوگوں کو اسلام سے خارج ٹھہرانا مسلمانوں کی تاریخ میں ہمیشہ سے ایک نازک مسئلہ کے طور پر لیا جاتا رہا ہے۔ عموماً: امت میں جتنا کوئی سنگین اور نازک مسئلہ پایا گیا اتنا ہی اس کی بابت زیادہ اونچی سطح کے علماء کی جانب رخ کیا جاتا رہا۔ اس پر زیادہ گہری نظر رکھنے والوں کی آراء طلب کی گئیں اور ایک زیادہ اونچی سطح پر علمی رائے پکانے کی کوشش کی گئی۔ غرض جتنا کوئی نازک مسئلہ، اتنا اونچی سطح کے فقہاء اور اتنا اونچی سطح کا اجتہاد۔ ''تکفیر'' کا یہ مسئلہ جو آج ہماری چوپالوں اور چیٹ روموں میں پھرتا ہے، بلاشبہ حق رکھتا تھا کہ اس کے ساتھ بھی یہی علمی معاملہ کیا جاتا۔ پھر جب اس کے ساتھ خون مباح کرنے کا رجحان بھی تیزی کے ساتھ بڑھا تو مسئلہ کی نزاکت دوچند ہو گئی۔

پھر اس کے ساتھ ایک اور جہت بھی شامل ہو جاتی ہے۔ ہمارے بعض اہل علم نے پچھلے کچھ عشروں کی پیشرفت کا بغور ملاحظہ کرنے کے بعد جو کچھ نتائج کشید کیے ہیں ان میں سے ایک یہ کہ مسلم نوجوان میں ''تکفیر'' کے رجحانات عام ہونے کے پیچھے دشمنانِ اسلام کی کچھ انجنئرنگ بھی ہوتی رہی ہے۔ ان کا کہنا ہے مصر کی جیلوں میں یہ پودا جس محنت سے کاشت کروایا گیا اس کے ڈانڈے بہت پیچھے تک جاتے ہیں۔ خدانخواستہ، مقصد یہ نہیں کہ اس فکر

کے سب حاملین کسی کے پروردہ ہیں۔ بلکہ مقصد یہ کہ ہمارے ہاں فکری رجحانات کی ساخت کرنے میں ہمارے گھر کے بھیدیوں نے کچھ خاصے دُوررَس کام بھی انجام دیے ہیں۔ یہاں ایک ایسا ایندھن ایجاد میں آچکا ہے کہ وہ کسی بھی باریک اَن دیکھی 'تِیلی' لگنے سے جل اٹھتا ہے اور ہمارے وجود کے کچھ صالح ترین حصوں کو کو خاکستر کر جاتا ہے۔

کہنے کو کہا جاسکتا ہے کہ "تکفیر" اگر ان نازک مسائل میں سے ہے جن کے لیے ایک اعلیٰ سطحی اجتہاد درکار ہے تو آخر کس نے روکا تھا کہ امت میں اعلیٰ سطح کے علمی طبقے اس کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے۔ آخر انہوں نے کیوں اس پر امت کو کوئی راہنمائی نہیں دی؟ تاہم معاملہ یہ ہے کہ امت میں بڑی سطح کے علماء اول روز سے تکفیر کے ان رجحانات کو غیر علمی اور ناپختہ قرار دیتے چلے آئے ہیں۔ بے شک تکفیر کی جانب مائل حلقوں میں نوجوانوں کو یہ بتایا جاتا رہا کہ: امت کے دامن میں آج کوئی بڑے علماء نہیں پائے جاتے، سوائے طاغوت کے خدمت گزار علماء کے، لہٰذا علماء اگر کچھ رہ گئے ہیں تو وہ 'ہمارے' ہی چند لوگ ہیں... مگر حق یہ ہے کہ ایسے علماء کی تعداد کوئی کم نہیں جو امت کے اندر اپنی سو فیصد آزاد رائے کے مالک ہیں اور بسا اوقات اپنی اس آزاد رائے کی مہنگی قیمت بھی دیتے ہیں۔ ایسے علماء نے بھی "تکفیر" کے اِن رجحانات کو علمی احاطے میں قبول نہیں کیا۔[1] لیکن یہاں 'مواقف' اور 'بدیہی امور' پہلے سے طے تھے۔ 'علماء' وہ ٹھہریں گے جو اِن 'علمی مواقف' اور اِن 'بدیہی اشیاء' سے کم از کم آگاہ تو ہوں اور ان کے مؤید بھی ہوں، اور وہ دو چار ہی ہیں؛ باقی وہ لوگ جو اِن 'علمی وبدیہی' اشیاء کو سمجھتے تک نہیں، یا سمجھتے ہیں مگر کتمانِ حق سے کام لیتے ہیں، انہیں 'عالم' کیسے مانیں! لہٰذا جب دنیا میں 'عالم' رہے ہی نہیں ہیں سوائے ان ایک آدھ

---

1 اور یہ وہ علماء ہیں جو جہادِ افغانستان کے پیچھے کھڑے رہے۔ جہاد فلسطین کے حق میں امت کو جگاتے رہے۔ چیچنیا، بوسنیا، کوسوا، کشمیر مسلمانوں کے ہر زخم کو محسوس کرتے اور کراتے رہے! خلیج میں امریکی بوٹ لگنے پر بلند ترین آواز میں بولتے رہے۔ وغیرہ

آدمیوں کے جو 'ہمارے' مؤید ہیں، تو آخر جائیں کس کے پاس؟!

چنانچہ علماء کے اور اِن مائل بہ تکفیر نوجوانوں کے مابین فاصلہ بڑھتا چلا گیا اور یہاں ''تکفیر'' کی پیچیدہ تر اور ترقی یافتہ تر صورتیں سامنے آنے لگیں۔ جیسا کہ ہم نے کہا: ''تکفیر'' کے ساتھ ''خون مباح کر لینے'' کا معاملہ بھی خاصی حد تک نتھی ہی چلا آ رہا تھا۔ آخر یہ مسئلہ بڑھتا بڑھتا اور پیچ در پیچ اس سطح تک چلا گیا کہ علمائے دین اور جہاد کے لیے کام کرنے والی بہت سی جماعتیں تک ''تکفیر'' کے دائرے میں آنے لگیں۔ ہجرتیں کرنے والے، خدا کے راستے میں تکلیفیں جھیلنے اور قربانیاں دینے والے، شہادتوں کے متلاشی بھی رفتہ رفتہ اس زمرے میں آنے لگے جسے موت کے گھاٹ اتار کر اور زمین کو اس کے وجود سے پاک کر کے خدا کا تقرب حاصل کیا جائے! فحسبنا اللہ ونعم الوکیل

اگر یہ درست ہے کہ کچھ بڑے جھٹکے سمجھداروں کو سوچنے اور امور کا جائزہ لینے پر آمادہ کرتے ہیں... تو امید کرنی چاہیے، خود ان طبقوں میں مخلصین کی ایک تعداد آج کسی لمحۂ فکریہ پر پہنچ کر کھڑی ہو گی۔

*****

اِس امر کی نشاندہی کرتے چلیں کہ تکفیر کے بعض مسائل جب تک علمی (اکادیمی) آراء[2] کے دائرے میں رہیں اور ''فتویٰ'' کی زبان میں نہ ڈھلیں تب تک معاملہ یہ خطرناک

---

2 ''علمی آراء'' سے مراد مجرد نظری بحثیں نہیں۔ مراد یہ ہے کہ: معیّن افراد کو مرتد قرار دینے کا سلسلہ ہمیں ان اہل علم کے یہاں شروع ہوا نظر نہیں آتا۔ ورنہ یہ تو طے شدہ امر ہے کہ ایک بات کو ''فتویٰ'' کی زبان سے دور رہتے ہوئے جب ''عموم'' کے انداز میں کیا جائے تو وہ بھی سرزنش اور زجر و توبیخ کا ایک نہایت مؤثر معنیٰ دے رہا ہوتا ہے؛ بلکہ وہ فائدہ قولِ بلیغ کا یہ اسلوب اختیار کرنے سے ہی ملتا ہے۔ (ادھر بعض حضرات کا خیال کہ جب تک آپ معیّن کر کے افراد کو مرتد نہ کہیں تب تک عمومیات کے اسلوب میں گفتگو کا فائدہ ہی کیا!)

صورت نہیں دھارتا، اور اس انداز کا کلام اپنے اپنے دور کے فتنوں کی بابت اہل علم میں ہمیشہ ہوتا رہا۔ دورِ حاضر کے ایک بڑے فکری نام سید قطب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں میں ہمارے اِس عہد کے بعض مسائل کو کفر سے جوڑا گیا ہے تو وہ بھی ''فتویٰ'' کی زبان میں نہ تھا اور اِس وقت جاری لوگوں کو ''مرتد'' ٹھہرانے والی اپروچ سے بالکل ہٹ کر تھا۔ چنانچہ علماء کے ہاں ایک بڑی سطح پر اگر وہ اسلوب ''قبول'' نہیں ہوا تو بھی یہ کہنا چاہئے کہ وہ ''ہضم'' ضرور ہوا۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیات نے سید قطب کے لیے نہایت محبت کے جذبات ظاہر کیے، جبکہ **ایسا نہیں کہ سید قطب کی تحریریں ابن باز کی نظر سے گزری نہ ہوں**۔ بلکہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ سید قطب پر 'تنقید' کی وہ ضرورت بھی ابن باز کے حلقے میں شاید اس وقت محسوس کی گئی جب 'سید قطب' کے حوالے دینے والی شدت پسندی کی ایک رَو نوجوانوں میں سر اٹھانے لگی۔ ہم چاہیں گے کہ اس ایک ہی مثال سے آپ اُس اصل چیز کا کچھ اندازہ فرمانے کی کوشش کریں جو علمی حلقوں میں قبول ہوتی چلی آئی ہے۔ سید نے اپنی ان تحریروں سے ایک چیز کی شناعت سامنے لانے کی کامیاب کوشش کی ہے مگر 'حکم' لگانے اور 'فتاویٰ' صادر کرنے کی جانب خود ہی کوئی پیش رفت نہیں کی ہے۔ وہ اِس رخ پر آئے ہی نہیں ہیں۔ نہ وہ اس میدان کے تھے۔ وہ ایک علمی دائرے میں، یا پھر احساس دلانے والے اسلوب میں ایک چیز کی سنگینی محسوس کراتے رہے ہیں؛ اور اس سے ایک بڑا طبقہ متاثر ہوا۔ سید قطب کے اِن افکار کو جانتے بوجھتے ہوئے، علماء حتیٰ کہ ابن باز ایسا ایک اعلیٰ سرکاری عہدہ رکھنے والا عالم سید کے لیے اعلیٰ ترین کلمات کہتا ہے۔ یہاں تک کہ ابن باز جو کہ محض ایک عہدیدار نہیں جزیرۂ عرب کا ایک عظیم مدرسہ ہے، اپنے نوجوانوں کو یہ کتابیں پڑھنے کے لیے تجویز کرتا ہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ سید کے ''مدرسہ'' کو حجاز میں باقاعدہ لا کر بٹھاتا ہے؛ سید کی بابت کسی سادگی اور لاعلمی کی بنیاد پر نہیں بلکہ ازراہِ محبت و تعلق خاطر، جو کچھ نہ کچھ اختلاف ہونے کے باوجود ان مدارس کے مابین چلتا ہے؛ اور جو کہ ایک بے حد صحتمند

فنا مناہے گو اَب حالیہ رجحانات اس کو ختم کروا دینے کے درپے ہیں۔[3] البانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ پورا ایک مدرسہ ہے، سید کے لیے بہترین کلمات بولتا اور اس کی کتابیں اپنے حلقے کے لوگوں کے لیے گاہے گاہے پڑھ لینا تجویز کرتا ہے۔ اور ان دونوں کے علاوہ علمائے کبار کی ایک بڑی تعداد۔ کیا ان واقعات کی آپ کوئی دلالت دیکھ رہے ہیں؟ کیا علمی حلقوں میں کوئی قربت اور الفت برقرار پا رہے ہیں...؟

تا آنکہ سید قطب کے ان مباحث کو "علمی آراء" کے دائرہ سے اٹھا کر "فتاویٰ" کی شیلف میں دھر دیا جاتا ہے، اور اس کے بعد معاملہ بالکل ایک اور رخ اختیار کر جاتا ہے!

چنانچہ "حکم بغیر ما انزل اللہ" کی بحثیں سید قطب سے پہلے احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہیں۔ سید قطب کے بعد سفر الحوالی حفظہ اللہ نے کی ہیں۔ حتیٰ کہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے اِسی سرکاری کرسی پر بیٹھنے والا ایک مردِ صالح جسے مفتی محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا ہے، اور جس کے رسائل ہمارے مائل بہ شدت حلقوں کے کم از کم ایک حصے میں ضرور حوالہ کے طور پر لیے جاتے ہیں... بلادِ حرمین کا یہ مردِ صالح اور اپنے دور کا ایک عظیم عالم اِسی "حکم بغیر ما انزل اللہ" کے موضوع پر کمال گفتگو کرتا ہے... مگر یہ سب لوگ اپنے دور کے فتنوں پر اِس "علمی گرفت" اور اس "اصولی سرزنش" کو "فتویٰ" میں کنورٹ convert نہیں کرتے اور ساتھ میں "خون" مباح کرنے کی وہ نہ رکنے والی چابی نہیں گھماتے جو پورے کے پورے انتظامی اداروں، افواج

---

[3] ان رجحانات کی سطحیت کا تو یہ حال ہے کہ کوئی ایک کلمۂ خیر کسی کے لیے کہہ دینے کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ اُس کے 'ہم خیال' ہوئے! اور کوئی ایک تنقید کا جملہ لکھ دینے کا معنیٰ یہ کہ آپ اُس کے 'شدید مخالف' ہوتے ہیں! اس کے بعد مسلمانوں کے مابین کیا علمی باتیں ہوں اور کیا خیر اندیشی! سب کچھ اِس نئے کلچر کے ہاتھوں ختم ہونے کو ہے۔ شاید ایک ہی چیز باقی رہ جائے اور وہ جارج بش کا اصول: یا آپ ہمارے ساتھ ہیں یا ہمارے مخالف، تیسرا کوئی خانہ یہاں آپ کی سہولت کے لیے رکھا نہیں گیا ہے!

اور محکموں اور نہ جانے کن کن شعبوں کو اپنی زد میں لیتی چلی جاتی ہے۔ یہ کام اُن لوگوں کے ہاتھوں ہوتا ہے جو اِن علمی حلقوں میں کسی علمی حوالے سے ذکر ہی نہیں ہوتے!

جہاں تک افراد کو معیّن کرکے "مرتد، خارج از اسلام" قرار دینے کا منہج چلائے بغیر "حکم بغیر ما انزل اللہ" کی شناعت بیان کرنا ہے... تو حق یہ ہے کہ خود مدرسۂ حجاز و نجد اس میں کسی سے پیچھے نہیں۔ صرف ماضی میں نہیں؛ آج بھی۔ چند سال پیشتر کی بات ہے سعودی عرب میں سرکاری فتویٰ کمیٹی کے باقاعدہ دستخط کے ساتھ مسمیٰ خالد العنبری کی ایک کتاب بین کروائی گئی جو "حکم بغیر ما انزل اللہ" کو کفر قرار دینے کے لیے دل کے اعتقاد کی شرط لگاتی تھی؛ جس کی وجہ سے "حکم بغیر ما انزل اللہ" بھی عام گناہوں جیسا ایک گناہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ کتاب پر مفتیانِ نجد کے اعتراض کا چوتھا پوائنٹ تھا:

دعواه إجماع أهل السنة على عدم كفر من حكم بغير ما أنزل الله في التشريع العام إلا بالاستحلال القلبي كسائر المعاصي التي دون الكفر . وهذا محض افتراء على أهل السنة ، منشؤه الجهل أو سوء القصد نسأل الله السلامة والعافية[4]

> مؤلف کا یہ دعویٰ کرنا کہ اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ قانون عام میں اللہ کی شریعت کے بغیر حکم چلانے والا کفر کا مرتکب نہیں تاوقتیکہ وہ اس عمل کو دل سے جائز نہ سمجھتا ہو، جیسا کہ ان عام گناہ کے کاموں کے معاملہ میں ہے جو کفر تک نہیں پہنچتے۔ حالانکہ یہ اہل سنت پر نرا بہتان ہے؛ جو کہ جہالت کا شاخسانہ ہے یا بدنیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے عافیت بخشے۔

ہمیں معلوم ہے؛ حکمِ معیّن میں 'تاخیر' پر تعجب کرنے والا ذہن یہاں سوال اٹھائے گا...: مسئلہ جب اتنا واضح ہے تو پھر دیر کیسی! کیا باقی ہے جو اتنے سارے لوگوں کو مرتد کہنے میں تاخیر ہو رہی ہے؟!

---

4 فتویٰ کی عبارت اس ویب سائٹ سے دیکھی جاسکتی ہے: http://goo.gl/XCk7ey

مگر سوال یہ بھی ہے کہ فتویٰ کمیٹی کو آخر شوق کیا ہے ایسا فتویٰ دینے کا؟ وہ ایک ایسی کتاب کو بین کروانا چاہ رہی ہے جو "حکم بغیر ما انزل اللہ" کو "کفر" سے کم کر کے عام گناہ کے درجے پر لے آنا چاہتی ہے۔ ایسی کتاب اگر چھپتی رہے تو کیا اس پر وقت کے حکمرانوں کو اعتراض ہو گا!؟ کیا مثلاً حکمران طبقوں نے فتویٰ کمیٹی کو مجبور کیا ہو گا کہ وہ اس کتاب کو بین کرنے کا فتویٰ دے!؟ کمیٹی کے علماء کی بابت آپ جو بھی رائے رکھیں، کم از کم وہ اتنا تو جانتے ہیں کہ ایک ایسا فتویٰ دینے سے (جس پر ان کو ظاہر ہے کسی نے مجبور نہیں کیا) وہ آپ ہی اپنے لیے بہت سارے سوال کھڑے کر رہے ہیں۔ اگر واقعتاً یہ کوئی علمی بات ہے کہ "حکمِ مطلق" اور "حکمِ معیّن" کے مابین اتنا فاصلہ (gap) رہنا درست ہی نہیں... تو علماء پھر یہ حکمِ مطلق بھی کیوں بیان کرتے ہیں جب تک کہ وہ "افراد" پر حکم لگانے کا باقاعدہ کوئی سلسلہ شروع کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے!؟ کیا ایسا تو نہیں کہ 'ہم' ہی غلط ہوں؟ حکمِ مطلق اہل علم کے ہاں عین اِسی طرح بیان کیا جاتا ہو جس طرح کہ صورتِ مذکورہ میں ہوا... جبکہ حکمِ معیّن کی جانب صرف خاص (بلکہ بہت خاص) صورتوں میں ہی رخ کیا جاتا ہو؟ خاص استثنائی صورتوں کے بغیر، حکمِ عام بیان کرتے چلے جانے سے ہی — اہل علم کے ہاں — دین کے کچھ مقاصد پورے کیے جاتے ہوں؟[5]

چنانچہ حکم بغیر ما انزل اللہ وغیرہ سے متعلق "علمی آراء" رکھنا کسی کے ہاں بھی[6] اُس "تکفیر" میں نہیں آتا جو اِس وقت ایک بحران کی صورت ہمارے عمل پسند طبقے کو نگلتا جارہا ہے بلکہ جو دین کے لیے سرگرم جماعتوں کے مابین ایک نہ بجھنے والی آگ بھڑکانے کے قریب

---

5 کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ شریعت میں "حکمِ معیّن" نہیں ہے۔ تاہم حکمِ مطلق لگانے سے حکمِ معین کا لازم آنا ہر حال میں ضروری نہیں۔

6 سوائے چند ارجائی طبقوں کے جو احمد شاکر اور مفتی محمد ابراہیم کے طرزِ فکر کو بھی "تکفیر" کے کھاتے میں ڈالنے پر مُصر نظر آئیں گے۔

ہے (دشمن کا اگلا حربہ خدانخواستہ یہی ہے)۔ بلاشبہ وہ علمی آراء اور مواقف جو مدرسۂ قطب یا مدرسۂ نجد وغیرہ کے ہاں بیان ہو رہے تھے، اپنی جگہ درکار تھے اور معاشرے میں ایک بہت اعلیٰ سطح پر اذہان کو متاثر بھی کر رہے تھے۔ خاص طور پر جب سے ہمارا اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ دین میں ایک غیر معمولی رغبت ظاہر کرنے لگا ہے اور جب سے یہاں پر مغربی نظاموں اور فلسفوں کا فسوں ٹوٹا ہے۔ تاہم مغربی نظاموں سے بددل ہو کر آنے والے ہمارے پڑھے لکھے دماغوں کو ''اسلام'' کی بابت اپنے اشکالات دور کرنے اور اسلامی موضوعات میں گہرا جانے کے لیے ابھی کچھ وقت چاہئے تھا۔ مگر ''تکفیر'' کے حالیہ رجحانات اور ان سے پیدا ہونے والے فکری بحرانات نے نہ صرف ان سوالات کو بے طرح الجھا دیا ہے بلکہ وہ علمی مناہج بھی جو اِن جدید اذہان کو کامیابی کے ساتھ متاثر کر رہے تھے اب ان کو خطاب کرنے میں کچھ اضافی مسائل کا سامنا کرنے لگے ہیں۔

پس ''حکم بغیر ما انزل اللہ'' وغیرہ ایسے ابواب میں بیان ہونے والے وہ علمی مواقف تو جو مدرسہ مودودی و سید قطب یا مدرسہ حجاز و نجد وغیرہ کے ہاں پائے گئے– کم از کم جب تک ''تکفیر'' کے یہ عشرے شروع نہیں ہوئے تھے– اپنے ایک انداز سے معاشرے کے اعلیٰ طبقوں کو متاثر کر رہے تھے اور مغربی پیراڈائم کو یہاں کے علمی حلقوں کے اندر ایک اعلیٰ سطح کی مزاحمت دینے میں کامیابی بھی پا رہے تھے۔ لہٰذا ہمارا مسئلہ اُس حکمِ مطلق والی اپروچ کے ساتھ نہیں۔

یہاں ہمارا مسئلہ اس نئی رَو کے ساتھ ہے جو:

- لوگوں کو معیّن کرکے ''کافر مرتد'' کہنے کی ایک باقاعدہ تحریک کی صورت برپا ہے۔ جس کے باعث علمی حلقوں تک کے لیے آج یہ مشکل ہو گیا ہے کہ یہ اپنے وہ علمی مباحث اُسی معمول کے ساتھ بیان کریں جو اس سے پہلے تھا (کہ اُس وقت ایک چیز کے غلط استعمال کا اس قدر امکان نہیں بڑھا تھا۔ البتہ اب

تو یہ شاید 'فتنہ کے وقت اسلحہ بیچنے' کے مترادف ہو گیا ہو)۔

- ساتھ میں 'خون' مباح کرنے کا عمل جڑا ہے۔
- اور اس تمام پروسیجر کے عمل پانے کے لیے اپنے اعتماد کے چند ایسے لوگ کافی ہیں جنہیں 'علماء' باور کر لیا گیا ہو۔ اِس آخری چیز نے سمجھداروں کے ہوش اڑا دیے ہیں۔ آخر کیا مشکل ہے کہ ہر نیا گروپ اپنے اعتماد کے چند علمی نام پیش کر دے اور امت کے زیادہ سے زیادہ طبقوں کا خون مباح کرنے لگے؟ لامحالہ؛ یہاں جو مسائل "امت" کی سطح کے ہیں- خلافت کی غیر موجودگی میں- ان کی بابت "فتویٰ" کے لیے "امت" کی سطح کے کچھ سٹینڈرڈ رکھنا ضروری تھا۔ ورنہ یقینی ہے کہ چند ناپختہ ذہن پوری امت کو ایک نہ ختم ہونے والی خونریزی ایسے کسی بھی معاملہ میں الجھا سکتے ہیں جسے روکنے کی کوئی دلیل آپ اس لیے اپنے پاس نہ رکھیں گے کہ یہ اصول پہلے سے تسلیم کر لیا گیا ہے کہ آپ اپنے اعتماد کے کسی ایک آدھ بندے کو عالم سمجھتے ہوئے یا خود کو اس پوزیشن میں پاتے ہوئے "تکفیر" اور "خون" کے معاملات نمٹا دیا کریں اور امت میں باقی علماء کو غیر موجود تصور کر لیا کریں!

یہ ایک بڑی ہی خطرناک سمت تھی جس کے لیے زمین پختہ کرائی جاتی رہی... اور ناصحین کے انتباہات بھی شاید سنے ان سنے ہوتے رہے۔

پھر اس کے ساتھ... امت کے فقہی کنونشنز کو چٹکیوں میں اڑا دینے کی روش۔

خاص طور پر ہمارے فقہاء کا منہج تیسیر۔ (فقہ میں معاملات کو آسانی کے رخ پر چلانا)

آپ ایک بات کے قائل نہیں تو بھی شاید اتنا بڑا مسئلہ نہیں۔ لیکن دوسرے اگر متقدمین فقہاء میں سے جمہور کی آراء پر چلتے ہیں جبکہ معاصر فقہاء کے جمہور بھی اسی رائے پر ہوں تو اس کو ایک معتبر علمی رائے ہونے کی چھوٹ تو کم از کم دیں! اور اس کو 'دلیل' سے اڑا کر رکھ دینے کا

وہ اسلوب تو اختیار نہ کریں جو جمہور فقہاء کی رائے پر چلنے والوں کو "باطل پرست" رنگ میں پیش کرتا ہے۔ آپ جانتے ہیں "اخف الضررین" اور "مصالح و مفاسد کا موازنہ" کچھ علمی طریق استدلال ہیں خاص طور پر جب وہ علماء کے ہاتھوں انجام پا رہے ہوں۔ کافر سے استعانت کا مسئلہ ایک علمی موقف ہے اور روس کے خلاف جہاد کے وقت سے امت کے چوٹی کے علماء کے ہاں روبہ عمل ہے۔ غرض اسی طرح کی کچھ دوسری مثالیں۔ جن میں آپ ایک بات سے متفق نہیں تو بھی مخالف کو اجتہادی روش پر ہونے کی حیثیت دیں۔ مگر یہاں زیادہ تر ان کو 'باطل پرستوں' کی صف میں ہی کھڑا کر کے دیکھا گیا، الا ماشاء اللہ۔

*****

اس فکر کے رجال اپنے اخلاص، محنت اور قربانیوں کے لیے یقیناً لائقِ احترام ہیں۔ تاہم اگر ان اشیاء کو علمی حوالوں سے دیکھا جائے، تو خود یہ افکار اور اِس کے رجال... عین ابتداء میں جہاں سے نمودار ہو کر آئے وہ کسی معروف فقہی مدرسہ کا تسلسل نہیں تھا۔ بے شک یہ ڈسکورس اپنی بعض بنیادیں ابن تیمیہ کے مدرسہ میں دیکھ رہا تھا۔ لیکن جیسا کہ ہم اپنے اداریہ میں اس طرف نشاندہی کر آئے ہیں؛ ہر مدرسہ اپنے یہاں "سخت" اور "نرم" کا پورا ایک پیکیج رکھتا ہے اور وہ اپنی اُس "کلیت" کے ساتھ ہی ایک مدرسہ ہوتا ہے۔ تاہم اگر آپ اس کی کسی ایک خاص جہت پر ترکیز کر لیں تو باوجود اس کے کہ اس کے حوالے دینے میں آپ غلطی نہیں کر رہے ہوتے مگر اس کی ایک کلی تصویر پیش کرنے میں آپ بے حد غلط ہوتے ہیں۔ یہ ملاحظہ قوی طور پر آپ کو یہاں بھی پیش آتا ہے۔ ابن تیمیہ کا "منہجِ تیسیر" خصوصاً مصالح کا اعتبار، مثالیت سے دور رہنے اور واقعیت کو اختیار کر رکھنے، ایک بری سے بری سماجی صورتحال کے گھمسان میں جا اترنے، اس کے اندر جا کر اصلاح کرنے اور 'عزلت و علیحدگی' کی نفسیات کو شدید رد کرنے ایسی اشیاء کو "ابن تیمیہ کے منہج" سے نکال دیں تو اس منہج کا دوسرا پہلو (عقائدی شدت و صلابت) خود بخود اپنا وہ نسبت تناسب کھو دیتا ہے جو

اس کی ایک مجموعی ہیئت برقرار رکھے ہوئے تھا... یا پھر وہ "ابن تیمیہ کے منہج" کو کوئی اور منہج بنادیتا ہے! جس کی بہرحال یہ کوئی واحد صورت نہیں؛ آج بہت سے 'اور مناہج' اپنے آپ کو 'ابن تیمیہ کے منہج' کے طور پر ہی پیش کر رہے ہیں۔

ستم بالائے ستم.. "تکفیر"[7]، اس کی بنیاد پر "مسلم ملکوں کے اندر قتال" اور "فقہی عدم تیسیر" کی یہ روش سب سے زیادہ ابن تیمیہ کے مدرسہ میں اپنے جڑیں رکھنے کا دعویدار ہے۔ اس کے بعد یہ ڈسکورس شاید کچھ اور اہل سنت مدارس میں بھی اپنی بنیادیں دیکھنے لگا ہے، مثال کے طور پر برصغیر کے اکابر دیوبند۔ مگر یہاں بھی ہمارے خیال میں ایک مدرسہ کی "کلیت" اس بات کی مؤید نہ ہوگی۔ اور اصل چیز "کلیت" ہے۔ برصغیر کے اکابر دیوبند یا اکابر اہلحدیث نے انگریزی سرکار کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنے کے جو تاریخ ساز کارنامے انجام دیے اور بلاشبہ کاتبِ تاریخ کے سامنے "مسلم ہند" کو سرخرو رکھا... تو وہ جہاد کا وہی روایتی تصور ہے جس کی ایک جھلک ہمیں اپنے اِس دور میں ملتی ہے تو وہ عبد اللہ عزام مع قائدینِ افغان جہاد (قائدین افغان جہاد کی بعض شخصیات بعد ازاں امریکی حملہ آور کی جھولی میں جا گریں، تو یہاں البتہ وہ اکابر دیوبند کی راہ پر نہ رہیں؛ ان کے ہاتھ سے استقامت کا سرا یقیناً چھوٹ گیا)، ملا عمر اور ان کے رفقائے کار جو کافر امریکی حملہ آور کے خلاف مصروفِ جہاد ہیں اور تحریکِ حماس و دیگر فلسطینی مجاہد تنظیمیں جو کافر یہودی قبضہ کار کے خلاف مصروفِ جہاد ہیں، یا کشمیر میں ہندو کافر کے خلاف جہاد کرنے والی جماعتیں، وغیرہ۔

واضح کر دیں، افغان مجاہدین کے شانہ بشانہ روسی حملہ آوروں کے خلاف، یا ملا عمر کے شانہ بشانہ امریکی حملہ آوروں کے خلاف جس بھی مسلمان نے جہاد کیا وہ اپنے عمل میں اس حد تک لائقِ ستائش ہی قرار پائے گا۔ کچھ غلط ہے تو وہ یہ کہ اگر کسی نے بعد ازاں عالم اسلام

---

7 جس کی صورت اوپر بیان ہوئی۔ اس کو کسی مطلق معنیٰ میں نہ لیا جائے۔

کے داخلی محاذ پر جنگ اٹھانے کی بھی کوشش کی ہے۔ یہ البتہ ایک تباہ کن چیز ہے خواہ اس کا کرنے والا کوئی ہو۔ اس کے نتائج اِس وقت ہم عالم اسلام میں بچشمِ سر دیکھ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ نہ صرف پورے کے پورے معاصر جہاد پر انگلی اٹھ جانے کی نوبت پیدا ہو گئی ہے بلکہ عالم اسلام کا پورا مزاحمتی عمل ہی اڑا کر رکھ دیا جانے لگا ہے۔ نیز عالم اسلام میں باطل کو رد کرنے والے تمام افکار اور تحریکیں تخریب کاری کے ساتھ جوڑی جانے لگی ہیں۔ جس سے 'مفاہمتی اسلام' والی جدت پسند آوازوں کی چاندی ہو گئی ہے۔

اس وجہ سے ہم بے حد زور دیں گے: جہاد کا صرف اور صرف روایتی ڈسکورس۔

برصغیر کے اکابر دیوبند یا اکابر اہلحدیث کا جہادی ڈسکورس، جسے ہم فی زمانہ سب سے بڑھ کر عبد اللہ عزام، ملا عمر اور احمد یاسین و محمد الضیف وغیرہ ایسے راہنماؤں کے ہاں پاتے ہیں، اسے ہم "روایتی" اس لیے کہتے ہیں کہ...:

1. ایک تو یہ اس کافر کے خلاف ہے جسے سیدھا سیدھا کافر کہنے میں امت کا کوئی نزاع نہیں، نہ تعمیم (عمومی قاعدہ بیان کرنے) میں اور نہ تعیین (ان میں سے ایک ایک کو معیّن کر کے کافر کہنے) میں۔ (جبکہ ایک ایسے دور میں جب امت کو اپنے روایتی مسلّمات پر کھڑا رہنا ہی دشوار ہو رہا ہو، "تکفیر" سے متعلق کچھ نئے چیپٹر پڑھانا اور پھر اس بنیاد پر ساتھ ہی اس کو "جہاد" کا ایک چیپٹر بھی کھول دینا اسے لامتناہی الجھنوں میں جھونکنے کے مترادف ہو گا)۔ جبکہ اکابر دیوبند و اہلحدیث اور ان کی راہ پر چلنے والی حالیہ جہادی تحریکوں کی اس بات کو ہم نہایت استحسان کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ وہ امت کو اس کے پرانے روایتی مسلّمات کی بنیاد پر ہی "عمل" اور "جہاد" کا ایک نقشہ دے رہے ہیں اور کسی نئی بحث میں نہیں لگا رہے۔

2. دوسرا، ان کے ہاں وہ روایتی فقہی تیسیر بھی برقرار ہے جو سیاسۃ شرعیۃ میں ازحد ضروری رہتی ہے، خصوصاً ایک ایسے وقت میں جب امت لخت لخت ہو اور جب

"اضطرار" کی صورتحال ہمارے پہلے کسی بھی دور سے بڑھ کر ہو۔ چنانچہ ایک کافر کے مقابلے پر دوسرے کافر سے مدد یا تعاون لینے میں ان (دیوبندی و اہلحدیث) بزرگوں کے ہاں وہ سوالات کبھی نہیں اٹھے جو ہمارا حالیہ شدت پسند ڈسکورس اٹھا رہا ہے۔ مثلاً انگریز کے خلاف برسرِ جہاد اکابر دیوبند و اہل حدیث کو اس بابت کبھی اشکال نہیں آیا کہ اس قابض و متمکن انگریز دشمن کے خلاف جرمنوں سے مدد لینے کے امکانات تلاش کیے جائیں۔[8] یہاں تک کہ ہر دو (دیوبند و اہلحدیث)[9] کی بعض شخصیات کا اڈولف ہٹلر کے ساتھ ملاقات کر کے آنا اور یہاں سے انگریز کے خلاف مسلم ہند میں کوئی بڑی تبدیلی اٹھانے کی اسکیمیں بنانا تاریخ کا حصہ ہے۔ یہی چیز ہمیں عبداللہ عزامؒ کے ہاں نظر آتی ہے جو اُس جہاد کے حق میں مراکش تا یمن اور ترکی تا انڈونیشیا مسلم نوجوان کو بیدار کرنے میں کامیاب ہوئے جو اس سات جماعتی اتحاد کی قیادت میں ہو رہا تھا جسے سوویت یونین کے خلاف پورے مغربی بلاک کی حمایت حاصل تھی۔ اسی جہاد کی کوکھ سے ملا عمر کی تحریک جہاد پیدا ہوئی جس نے آج تک اپنے اُس جہاد پر استدراک نہیں کیا جو سوویت یونین کے خلاف لڑا گیا۔ اسی طرح حماس کے ہاں ایران سے کچھ مدد لے لینے میں وہ اشکال سرے سے کھڑا ہی نہیں ہوا جو ہمارے اِس شدت پسند ڈسکورس میں کفر اسلام کے فیصلے کر ڈالنے کی بنیاد ہے!

غرض یہ (شدت پسند ڈسکورس) ایک طرزِ فکر ہی بالکل اور ہے جو ان سب معاملات میں فوراً آپ کو "تکفیر" یا "تفسیق" کے سوال پر لے آتا ہے۔ اچھے اچھے نوجوان بیچارے

---

8 تدبیری طور پر یہ بات کہاں تک صائب تھی، یہ بحث الگ ہے۔ یہاں مقصود مسئلہ کی شرعی جہت ہے، جو ان بزرگوں میں سے کسی کے ہاں محل اشکال نہ تھی۔

9 دیوبند سے شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ اور اہلحدیث سے مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ۔ دونوں کا آزادیِ ہند کے سلسلہ میں ہٹلر سے رابطے ہونا تاریخ میں مذکور ہے۔

یہ سوچتے ہی رہ جاتے ہیں کہ میں فلاں کو رحمہ اللہ کہوں یا 'احتیاط' افضل ہے!

ہمارے نزدیک اِس پورے ڈسکورس کو ایک مراجعہ سے گزرنے کی ضرورت ہے۔ یہ درست راہ پہ آجائے تو اس میں امت کی تعمیر کے لیے بے حد پوٹینشل ہے۔ اخلاص غیر معمولی ہے۔ قربانیوں کا کوئی حد و حساب نہیں ہے۔ تاہم اس کو مدارس اہل سنت کی مین سٹریم کے ساتھ ہم آہنگ ہونا ہے۔ کوئی بڑی بات نہیں کہ انحطاط کے ان ادوار میں:

- "ایمان"، "عبادت" اور "جہاد" وغیرہ کے انہی ابواب اور مباحث تک محدود رہا جائے جنہیں اہل سنت کے کچھ بڑے بڑے مدارس کے ہاں پوری طرح اون own کیا جاتا ہے، بغیر اس کے کہ اِن مدارس کی بعض اشیاء کو اپنے ہاں پائے جانے مباحث سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش ہو؛ جس سے لامحالہ کچھ نئی بحثوں کا آغاز ہو؛ اور ان بحوث کا اِس وقت کی مغلوب، مصروف اور الجھی اور بکھری ہوئی صورتحال میں خواص بھی حق ادا نہ کر پاتے ہوں؛ کجایہ کہ عوام کو ان بحوث میں الجھایا جائے۔ عوام کو تو (کسی قسم کی بحثوں اور اختلافات میں الجھائے بغیر) آج کبار علماء کے پیچھے چلا لیا جائے تو بڑی بات ہے اور ان شاء اللہ خیر کا ایک بہت بڑا موجب۔ (ان حرکتوں کے باعث، اور کچھ دیگر عوامل کے تحت، "عوام" تو سرے سے دینی طبقوں سے دُور ہو چکے)۔ معلوم نہیں کس برتے پر یہاں ہر نیا طبقہ ایک 'سولو فلائٹ' لینے کی راہ چل پڑتا ہے۔
- اُن فقہی کنونشنز کو نہ چھیڑا جائے، کم از کم عوام کی سطح پر نہ ہلایا جائے، جو اِن مانے ہوئے established سنی مدارس کے ہاں معروف یا معمول بہ چلے آتے ہیں۔ تاکہ وہ یکسوئی کم از کم باقی رہے جسے انحطاط کے اِس وقت برقرار رکھا جا سکتا ہے۔

اِن معاشروں کی قسمت بدلنے کے لیے ہمیں ایک ایسے منہج کی ضرورت ہے جو کسی خطے کے سنی عوام کو کم سے کم تبدیلیوں سے گزار کر وہاں پر معاملے کی بساط الٹ دے۔